گوشت خوری

(گوشت خوری کے ہندو عقیدہ پر تبصرہ)

از

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

گوشت خوری

کل فاتح قوموں میں گوشت خوری کی عادت پائی جاتی ہے اور کسی ملک کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھ لو جب کسی قوم نے ترقی کی ہے۔ اس کے افراد میں گوشت خوری کا رواج ضرور ہو گا۔ ہاں اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْمِ۔

کسی قوم میں کسی جانور کا گوشت پسند کیا جاتا ہے تو کسی قوم میں کسی جانور کا بعض قومیں بکرے کے گوشت کو اعلیٰ سے اعلیٰ گوشت قرار دیتی ہیں بعض دُنبہ کے گوشت کو پسند کرتی ہیں۔ بعض گائے کے گوشت کو سب سے زیادہ مزیدار قرار دیتی ہیں بعض اونٹ کو لطیف سمجھتی ہیں۔ پھر بعض کے خیال میں مچھلی کا سا گوشت کسی حیوان کا نہیں ہوتا۔ اور بعض کے نزدیک طیور کا گوشت سب پر فائق ہے بعض جنگلی جانوروں کے شکار کو پسند کرتی ہیں لیکن گوشت کا رواج دنیا کے اکثر حصوں میں ہے۔ اور دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ اس کا استعمال رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں آریوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا ہے کہ گوشت خوری سخت گناہ ہے اور اپنے جیسے جانداروں پر ظلم ہے۔ جب کہ دیگر حیوان بھی ویسی ہی روح رکھتے ہیں جیسے ہم۔ اور ہماری طرح تکلیف کا احساس ان میں بھی ہے تو پھر گوشت خوری کے کیا معنی اور کیوں اپنے مزے کی خاطر جانوروں کو تکلیف میں ڈالا جائے؟ اور جبکہ گوشت کے علاوہ اور کھانے بھی موجود ہیں۔ پھر گوشت کا استعمال صریح سنگدلی پر دال ہے۔

لیکن آریہ بھی اس کے مزے سے نہیں بچ سکے۔ جب کہ ان میں گوشت خوری کے خلاف تحریک ہوئی فوراً ان میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک گھاس خور کہلائی اور دوسری نے ماس خور نام پایا۔

چنانچہ کالج پارٹی ماس خور ہی ہے۔ اور وہی زیادہ کام کر رہے ہیں۔ دیانند کالج جو پنجاب کے کالجوں میں خاص شہرت رکھتا ہے اسی پارٹی کا بنایا ہؤا ہے اور اسی کی کوششوں پر چلتا ہے۔

تعجب ہے کہ حیوانوں کی تکالیف پر تو آریہ اس قدر ناراض ہوتے ہیں اور تمام فرقوں اور قوموں سے دست و گریبان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اور اپنے جلسوں میں ان کی طرف سے ایڈووکیٹ بن کر کل گوشت خور قوموں کو ظالم اور مجرم قرار دیتے ہیں۔ لیکن انسانوں کا گوشت کھانا ان کا شیوہ ہے۔ کوئی بزرگ کوئی ولی کوئی ریفارمر ایسا نہیں گزرا جس پر ذاتی طور سے گند اور خبث کا الزام انہوں نے نہ لگایا ہو اور جسے ہر قسم کی ناپاکیوں میں ملوث نہ قرار دیا ہو۔ مسلمان ان کے ہم وطن ہیں۔ ان کے ماتحت مدتوں تک آرام و چین سے یہ لوگ زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ ان کی حکومتوں میں بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ اور بڑی سے بڑی ذمہ داریوں کے کام ان کے سپرد رہے ہیں لیکن پھر ان کے اس قدر احسانوں کے باوجود جو سلوک اہل ہنود کا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ وہ ہر کس و ناکس پر ظاہر ہے۔ خیر مسلمانوں کی سلطنت تو گزر چکی تھی۔ اب اس زمانہ میں انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت ہندو مسلمان کس سُکھ اور چین سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہمارے فائدے کے لئے انگریز کیا کیا محنتیں برداشت کرتے ہیں اور کس کس طرح کی کاوشوں سے ہمارے فائدہ کی صورتیں نکالتے ہیں لیکن باوجود اس احسان کے چند سال سے اہل ہنود میں سے ایک معتدبہ گروہ ان کا دشمن ہو رہا ہے۔ اور احسان کے بدلہ ان کی جانوں کے درپے ہو رہا ہے۔ تنزل کے طور پر مان بھی لیں کہ گورنمنٹ نے بعض ہمارے حقوق دبا لئے ہیں تو کیا محسنوں کی بعض غلطیوں پر چشم پوشی نہیں کیا کرتے۔ کیا احسان کی قدر اسی طرح کی جاتی ہے کہ جب تک محسن کچھ دیتا رہا آرام سے رہے اور ذرا اس سے غلطی ہوئی تو دست و گریبان ہو گئے اور اس کے قتل تک سے باز نہ آئے۔

جو قوم حیوانوں کے گوشت کھانے پر ناراض ہے اسے کم سے کم انسانوں کے گوشت کھانے سے تو پرہیز کرنا چاہئے تھا مگر افسوس کہ آریہ حیوانوں کے لئے تو اس قدر چیختے اور چلاتے ہیں مگر انسانوں کی ہمدردی ان میں نام کو باقی نہیں۔ ہر ایک فرقہ اور گروہ ان کے ہاتھوں سے نالاں ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان کی وجہ سے کسی مذہب کو خطرہ ہے بلکہ اس لئے کہ ان کے وجود سے خود تہذیب کے وجود کو خطرہ لگا ہؤا ہے اور ممکن ہے کہ ان کے ہاتھوں ہندوستان کی اخلاقی حالت بہت ہی نیچے گر جائے۔

ست جگ کا حال

آجکل کے آریہ تو گوشت خوری پر اس قدر شور و شر کرتے ہیں اور ایک گائے کے بدلہ اگر سو انسان بھی مارنا پڑے تو دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ سکھوں کے زمانہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں کہ ایک گائے کے بدلہ میں بیسیوں انسانوں کا خون کیا گیا۔ اور اب بھی ہندو ریاستوں میں گائے کا مارنا قتل انسان کے برابر رکھا گیا ہے۔ اور پچھلے دنوں کلکتہ میں گائے کی قربانی پر جو فساد ہوئے ہیں اور انسانی خون تک نوبت پہنچی ہے۔ یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اس وقت ہندوؤں میں حیوانوں کے ذبح کرنے اور خصوصیت سے گائے کی قربانی کرنے سے کیا جوش پیدا ہو جاتا ہے اور کس طرح وہ ایسے موقعہ پر انسانی خون سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

لیکن اگر ان کے آباء کا حال پڑھیں اور اس زمانہ پر نظر کریں جب ہنود اپنے پورے زور میں تھے اور ہندوستان انہیں کے قبضہ میں تھا۔ اور جس وقت کے گیت گاتے ہوئے آج بھی ان کی زبانیں خشک ہوتی ہیں۔ اور جس زمانہ کو یاد کر کر کے ان کے مردہ دلوں میں فرحت کی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو واقعہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم نہ صرف عام جانوروں کے گوشت کو ہی لکڑیوں کے انباروں پر بھنتا ہؤا دیکھتے ہیں۔ بلکہ برہمنوں کو گائے کے گوشت کے کباب کھاتے ہوئے پاتے ہیں۔ اور یہ نظارہ ان کے دلوں میں ایک خاص ولولہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ ان دعاؤں میں جو وہ اپنے معبودوں کے سامنے کرتے ہیں۔ اس کو پیش کر کے اپنے لئے برکتیں اور رحمتیں طلب کرتے ہیں۔

وید کی کئی شرتیوں سے دوسرے جانوروں کی قربانی تو الگ رہی گائے تک کی قربانی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ رگوید میں ہے۔

"اے اندر جو کہ تیز رفتار اور طاقت ور اور سب کا سوامی ہے۔ اس ورترا پر اپنا بجر چلا۔ اور اس کو جدا جدا کر جیسے قصائی گائے کو کاٹتا ہے تاکہ مینھہ برسے اور پانی زمین سے بہے"۔ چوتھا ادھیائے انواک دس سوکت ۴ منتر ۱۲۔ اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں گائے ذبح کی جاتی تھی بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے ذبح کی جاتی تھی۔ کیونکہ قصائی کا پتہ اس جگہ ہوتا ہے جہاں کثرت سے جانور ذبح کئے جائیں ورنہ کبھی کبھار ذبح کرنے کے لئے قصائی نہیں ہوتے لوگ خود کر لیتے ہیں۔ قصائی اسی جگہ ہوں گے جہاں ذبح کی اجرت سے ان کا گزارہ چل سکتا ہو۔

ڈاکٹر راجندر لعل صاحب مترجو سنسکرت کے ایک بڑے عالم بنگالی گزرے ہیں لکھتے ہیں۔ جو حیوان ذبح کئے جاتے تھے ان کو قدیم آریہ کھاتے بھی تھے۔ چنانچہ وہ بتلاتے ہیں سو دالیانہ سوتر میں

چڑھاووں کے بقیہ کے کھانے کی نسبت ہدایتیں دی گئی ہیں اور اتھربن وید کی گوتھ برہمن میں مفصّل طور سے ان شخصوں کے نام پائے جاتے ہیں جو قربانی کی رسم کے ادا کرنے میں کچھ نہ کچھ لیا کرتے تھے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک کو قربانی شدہ جانور کا کون کون سا حصہ ملنا چاہیئے۔

اسی طرح پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں۔"اس میں کچھ شک نہیں ہے۔کہ گھوڑا ذبح کیا جاتا تھا اور اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر کے درست کیا جاتا تھا۔اور اس میں سے کچھ ٹکڑے تو اُبالے جاتے تھے اور کچھ بھونے جاتے تھے"

ڈاکٹر راجندر لعل مترا اپنی کتاب انڈین آرین پر لکھتے ہیں کہ "ہندو مذہب کی تعلیم خواہ کیسی ہی رحم اور مہربانی سے پُر کیوں نہ ہو۔مگر وہ حیوانوں کی قربانی کے بالکل مخالف نہیں ہے۔بلکہ بہت سی بڑی بڑی رسموں کے ادا کرتے وقت کئی قسم کے حیوان اور پرندے کثرت کے ساتھ ذبح کئے جاتے تھے۔ایک رسم کے پورا کرنے کے لئے رسم ادا کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہوتا تھا کہ وہ سمندر میں ڈوب کر مرجائے۔اس کو وہ مہا پر ستھنا کہتے تھے۔ایک اور رسم کفارہ کے لئے ہوتی تھی جس میں گنہگار اپنے تیئں جیتا ہی جلا کر راکھ کر لیتا تھا اس کو شنا کہتے تھے بنگال کی رحمدل عورتیں بہت عرصہ تک اپنے پلوٹھے بچوں کو دریائے گنگا میں پھینکتی رہی ہیں۔آجکل اگر ہندو مذہب کے پیرؤوں نے ان باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے (گورنمنٹ کے ڈر سے۔مؤلف مضمون ہذا) تو یہ فرض کرنا بھی خلاف عقل معلوم نہیں ہوتا کہ قدیم زمانہ میں دیوتاؤں کے غضب کے مٹانے کے لئے انسان قربان کئے جاتے تھے"اس اقتباس سے بھی ظاہر ہے کہ ست جگ میں قربانی کی جاتی تھی بلکہ انسان بھی قربان کئے جاتے تھے۔

مونٹ سٹورٹ انفنسٹن لکھتے ہیں کہ منو کے دھرم شاستر میں بڑے بڑے تیوہاروں میں بیل کے گوشت کھانے کے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے اگر نہ کھائیں تو گنہگار ہوں۔

شاستر میں لکھا ہے کہ جو جانور کھانے میں آتے ہیں اور جو لوگ انہیں کھاتے ہیں دونوں کو برہما نے پیدا کیا ہے۔اس لئے اگر شاستر کے طور پر انہیں کھاویں تو کچھ گناہ نہیں اور دیوتاؤں اور پتروں کو گوشت چڑھا کر کھانا کچھ پاپ نہیں۔اور برہمنوں کو ساہنے ' گرگٹ ' چھپکلی ' مگرمچھ ' خرگوش وغیرہ کھانا درست ہے (حجۃ الہند) منو شاستر میں ہے کہ سورج کی اترائیں اور دکھشائن میں بلیدان یعنی قربانی کرنا اور کھانا فرض ہے۔(حجۃ الہند)

اسرب اپنکھد اتھربن وید میں ہے کہ جن حیوانات کے تلے کے دانت ہیں وہ خورندہ ہیں۔

خوراک سے خورندہ کو شرف حاصل ہے (حجۃ الہند)

اس کے علاوہ مہابھارت وغیرہ کتب سے تو گوشت خوری کی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے خود راجہ رامچندر شکار کرتے تھے اور بھون کر کھاتے تھے۔

پس جبکہ اچھی طرح ثابت ہے کہ ست جگ میں جبکہ دنیا میں بدی کا نام ونشاں نہ تھا اور وید اتر رہے تھے۔ گوشت خوری جاری تھی۔ اور بعض تیوہاروں کے موقعہ پر فرض تھی۔ تو اس زمانہ میں نا معلوم آریہ صاحبان اس کے خلاف اس قدر کیوں زور لگا رہے ہیں۔ یا تو ویدوں کو اور اس زمانہ کے تمام لوگوں کو گندہ اور ناپاک قرار دیں یا اقرار کریں کہ گوشت خوری کے معاملہ میں جو ان کی رائے ہے وہ صرف کمزوری اور ضعف قلب کی وجہ سے ہے۔

اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ اگر گوشت خوری بری ہے تو ہندو مذہب بھی اس برائی میں مبتلا ہے اور خود وید اور منو شاستر جس کی عظمت کا اقرار پنڈت دیانند کر چکے ہیں اس پر شاہد ہیں اور اس رسم کے مؤیّد ہیں۔ میں ایک اور پہلو سے گوشت خوری کے مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

گوشت خوری کیوں بری ہے؟

اول سوال یہ ہے کہ گوشت خوری بری کیوں ہے؟ اس کا جواب سوائے اس کے کیا ہے کہ بلا وجہ دوسری روحوں کو تکلیف دی جاتی ہے۔ اور ان پر ظلم کیا جاتا ہے پس معلوم ہؤا کہ گوشت خوری اپنی ذات میں بری نہیں بلکہ اس لئے بری ہے کہ جس ذریعہ سے گوشت آتا ہے اس میں ظلم کا شائبہ ہے کیونکہ جب ایک جانور ذبح ہو چکا۔ اس کے بعد اس کو کیا تکلیف محسوس ہو سکتی ہے۔ اس کو تکلیف تو تب تک تھی جب تک وہ ذبح ہو رہا تھا۔ ذبح ہونے کے بعد وہ ایک جسم بے جان ہے۔ اس کے ٹکڑے کرو اور اس کی ہڈیاں پیس دو، جلا دو، خاک کر دو اس میں اب تکلیف کا کوئی احساس باقی نہیں رہا جیسے پتھر لکڑی وغیرہ اشیاء بے حس ہیں ویسا ہی وہ جسم بے جان بے حس و حرکت ہے۔ پس ظلم گوشت کھانے میں نہیں۔ ظلم اس طریق حصول میں ہے جس سے گوشت انسان کو ملتا ہے۔ اور گوشت کھانے والا اس لئے ظالم ہے کہ یا تو وہ خود کسی روح کو تکلیف دیتا ہے یا اس کے باعث کسی روح کو تکلیف دی جاتی ہے کیونکہ اگر وہ گوشت نہ کھائے تو لوگ جانور ذبح بھی نہ کریں۔ غرض یہ کہ اصل میں برا جانور کا مارنا ہے نہ کہ کھانا۔ آریوں کو تو

چاہیئے کہ اس بات پر زور دیں کہ جانور ذبح نہ کئے جائیں نہ کہ اس بات پر کہ کھائے نہ جائیں۔ ☆ دریائی شکار بغیر مارنے کے ملتے ہیں اور بہت سی قومیں مردہ مچھلی کھاتی ہیں۔اس اصول کے ماتحت ان کا کھانا جائز ہو گا۔

قربانی ہی میں زندگی ہے؟

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ گوشت خوری میں بری چیز جانوروں کا مارنا یا ذبح کرنا ہے۔ہم بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ یا پر میشور کی طرف سے ہی لگا ہؤا ہے اور کوئی جان زندہ ہی نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ اور جانوں کو اپنے لئے قربان نہ کرے اس لئے اس میں اگر کوئی ظلم ہے تو اس کا پیدا کنندہ خود پر میشور ہے۔اور پر میشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہو تا۔بلکہ جو بات خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جائے اور ثابت ہو جائے تو اس کو ہم رحم ہی قرار دیتے ہیں۔ہاں اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔کسی چیز کی وجہ سمجھ میں نہ آنے سے کسی مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔مذہب کے لئے اتنا ضروری ہے کہ وہ یہ ثابت کردے کہ فلاں بات خدا کی طرف سے ہے اور جب وہ ایسا ثابت کردے تو اب اس کی وجہ سے اسے جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔مثلاً اگر آریہ یہ ثابت کردیں کہ مادہ غیر مخلوق ہے اور اس پر خدا تعالیٰ کی گواہی لائیں اور کسی شخص پر کھل جائے کہ واقعی خدا تعالیٰ نے ہی یہ کہا ہے تو اب وہ اس بات کی بناء پر کہ یہ بات عقل میں نہیں آئی آریہ مذہب کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔کیونکہ سینکڑوں باتیں ہیں جن کی وجہ اور جن کا سبب لوگوں کو نہیں معلوم لیکن اس سے ان کے وجود میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ایک مریض کے اگر پیٹ میں درد ہوتی ہو تو اس وجہ سے کہ اس درد کا باعث معلوم نہیں اس درد کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ زندگی کا قیام ہی اس بات پر ہے کہ ایک جنس دوسری جنس کو قتل کرے یا ہلاک کرے تو اب اس کا نام ظلم نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی (یہ اس کے لئے ہے جس کی سمجھ میں نہ آئے ورنہ ہماری سمجھ میں تو آتی ہے)۔

☆ لطیفہ۔اگر یہ اصول درست مان لیا جائے کہ چونکہ گوشت کھانے والا گوشت کھاتا ہے۔اسی لئے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور یہ بھی اس گناہ میں شریک ہے تو خود آریہ بھی ملزم ہوں گے۔گھاس پارٹی کے ممبر جو جوتیاں یا بوٹ پہنتے ہیں یہ بھی آخر جانوروں کے چمڑہ سے بنتی ہیں اور ان کا جوتی یا بوٹ خریدنا اس فعل میں شریک ہوتا ہے اگر یہ جوتیاں نہ پہنیں تو ضرور چمڑہ کی خریداری کم ہو جائے اسی طرح ان کے گھروں میں ہزاروں چیزیں پروں کی استعمال ہوتی ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ پَر لینے کے لئے ہر سال لاکھوں جانور مارے جاتے ہیں چنانچہ بعض جانور اسی وجہ سے قریباً مفقود ہونے کو ہیں جن کے شکار کی ممانعت کے لئے کئی ایکٹ پاس کئے گئے ہیں تو جب کروڑوں ہندو ان پَروں کی اشیاء کو خریدتے ہیں تو تجارت کی ترقی کی وجہ سے جانور بھی زیادہ مارے جاتے ہیں اس لئے یہ بھی غیر مذاہب کی طرح اس ظلم میں شریک ہیں اور جیسے گوشت کھانے والا مجرم ہے ویسے ہی جوتی یا بوٹ پہننے والا اور پَروں کی اشیاء استعمال کرنے والا مجرم ہے۔منہ

دنیا میں ایسے جانور بھی ہیں جو گوشت کے سوا کچھ نہیں کھاتے

میرے اس دعویٰ کی تائید میں کہ سب جانوروں کا گزارہ دوسرے جانداروں پر ہے سب سے پہلے یہ بات ہے کہ پرمیشور نے ایسے جانور پیدا کئے ہیں جو سوائے گوشت کے اور کچھ کھا ہی نہیں سکتے۔ مثلاً شیر 'چیتا' باز 'شکرہ وغیرہ ان کی خوراک ہی گوشت ہے اور اس کے بغیر ان کی زندگی ہی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر یہ فعل ناپسند تھا تو ایسی مخلوق پیدا ہی کیوں کی۔ اور ایک روح کو ایک گناہ کرنے پر مجبور کیوں کر دیا۔ اگر شیر چیتے وغیرہ کو اختیار دیا جاتا کہ خواہ وہ گوشت کھائیں اور خواہ گھاس وغیرہ تب تو یہ جواب ہو سکتا تھا کہ جب دونوں قدرتیں اس میں رکھی گئی ہیں تو اب یہ اس کا قصور ہے اور پاپ ہے کہ وہ گوشت کھاتا ہے۔ لیکن یہاں تو اس میں کوئی اور طاقت اور قدرت رکھی ہی نہیں گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشور اسی طرز زندگی کو اس کے لئے پسند کرتا ہے پھر اگر یہ ظلم ہے تو پرمیشور کی طرف سے ہے لیکن پرمیشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہوتا اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ ظلم نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی کہے کہ وہ تو مجبور ہے۔ انسان تو مجبور نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ ظلم تھا تو پرمیشور نے اسے مجبور کیوں کیا۔ کیا پرمیشور ظلم پر مجبور کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا اسے مجبور کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ ظلم نہیں ہے۔

ایک آریہ کہہ سکتا ہے کہ یہ جون اس روح کو سزا کے طور پر ملی ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ کیا تھا اس شیر کی روح نے اور عذاب ہو رہا ہے دوسروں کو۔ وہ کسی ہرن کو کسی گائے کو کسی انسان کو کھا رہا ہے سزا تو دوسروں کو مل رہی ہے اس کا کیا نقصان ہوا؟ لیکن اعتراض تو یہ ہے کہ یہ کیسی سزا ہے جس کا نتیجہ اَور گناہ پیدا ہونا ہے۔ گورنمنٹ کسی کو قید اس لئے کرتی ہے کہ وہ چوری اور ڈاکے سے بچے۔ یا اس لئے کرتی ہے کہ اور چوریاں کرے۔ یہ تو ایسی سزا ہے جیسے ایک جج کسی چور کو یہ سزا دے کہ دس چوریاں اور کر۔ سزا تو مجرم کو گناہ سے بچانے کے لئے دی جاتی ہے یہاں ایک گنہگار کو ایسی سزا دی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اور گناہ کرے اور ابدالآباد کے لئے جونوں کے چکر میں پھنسا رہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ شیر کی جون میں جو خون وہ کرے گا اس کی سزا اس کو نہ ملے گی تو پھر الزام آئے گا کہ جب اس کے ہاتھوں سے خون کرانے کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا تو اس سے خون کرانا جانوروں پر بلاوجہ ظلم کرانا ہے تو اس ظلم کی ابتداء نعوذ باللہ خدا کی طرف سے ہوگی نہ کہ انسان کی طرف سے۔

غرض اس قسم کے گوشت خور جانوروں کے وجود سے جو گوشت کے سوا کچھ اور نہیں کھاتے ثابت ہوتا ہے کہ کسی جاندار کو ذبح کرنا ظلم نہیں- ورنہ اللہ تعالیٰ پر نعوذ باللہ ظلم کا اطلاق ہو گا۔

گوشت خوری کے مضمون پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آریوں کے اعتقاد کے موجب کل حیوانوں کی روحیں اصل میں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ کبھی ایک روح سانپ بن جاتی ہے- اور کبھی انسان اور کبھی شیر اور کبھی باز- پس تناسخ کے مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب حیوانوں کی روحیں ایک ہی قسم کی ہیں خواہ وہ خوردبینی کیڑے کی روح ہو یا ہاتھی کی اور چونکہ روح کو آریہ مفرد مانتے ہیں اس لئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ روح میں تغیر نہیں ہوتا- جس حالت میں روح انسان میں تھی اسی حالت میں اب وہ سانپ یا بچھو کے قالب میں ہو گی پس باریک سے باریک کیڑوں کی ہلاکت ایسی ہی ظالمانہ کاروائی ہو گی جیسی کہ انسان یا ہاتھی کی ہلاکت۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ علاوہ ان جانوروں کے جو کہ پیدا ہی گوشت خور کئے گئے ہیں باقی سب جاندار بھی اپنی زندگی کے قیام کے لئے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں۔

پیدائش سے موت تک انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا رہتا ہے- بارہا اسے زخم لگتے ہیں اندرونی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں خوردبینی کیڑوں کی وجہ سے کئی بیماریاں اسے لاحق ہوتی ہیں اور ان بیماریوں کا علاج یہی ہوتا ہے کہ ایسی کرم کش دوائیاں استعمال کی جائیں کہ جن سے وہ کرم ہلاک ہوں اور انسان اس دکھ اور بیماری سے بچے اور کوئی مذہب اس فعل کو برا نہیں کہتا۔

جب تک خوردبین کی ایجاد نہ ہوئی تھی اس وقت تک تو بہت سے کیڑے دریافت نہ ہوئے تھے لیکن خوردبین کی ایجاد نے ثابت کر دیا ہے کہ اس ہماری دنیا میں باریک سے باریک کیڑے موجود ہیں جن کی ہزاروں قسمیں ہیں- اور جن کے ہلاک کرنے سے ہم بچ نہیں سکتے- اور وہ ایسے چھوٹے قد کے ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ خوردبین کے بغیر ہم انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے- چنانچہ زولوجیکل اصطلاح کے رو سے ان کیڑوں کو پروٹوزوا کہتے ہیں- بعض انتڑیوں کی بیماریوں اور زخموں کے علاوہ آتشک کی ایک قسم بھی کیڑوں سے ہی پیدا ہوتی ہے- لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کیڑوں کا ہلاک کرنا گناہ ہے- خود آریہ ڈاکٹر اپنے ہاتھوں سے ہزارہا کیڑوں کا روزانہ خون کرتے ہوں گے مگر انہیں کوئی ظالم نہیں کہتا حالانکہ جیسی انسانی روح ہے ویسی ہی آریہ اعتقاد کی رو سے ان کیڑوں کی روح ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک جان بچانے کے لئے ہزاروں جانوں کو ہلاک کیا جائے۔

بھابڑے اپنی طرف سے بڑی کوشش کرتے ہیں اور بعض منہ پر کپڑا باندھ لیتے ہیں تاکہ جرم

منہ میں داخل نہ ہو سکیں لیکن خوردبینی اجرام (Germs) کو یہ رکاوٹیں کب روک سکتی ہیں اور انسان خواہ کتنی ہی کوشش کرے ان کی ہلاکت سے کب محفوظ رہ سکتا ہے۔ پس یہ خیال کہ مسلمان یا مسیحی قومیں جانداروں کو ہلاک کرتی ہیں غلط ہے آریہ بھی روزانہ ہزاروں پروٹوزوا کا خون کرتے ہیں اور ان کے مذہب کی رو سے انسانی روح اور ان کیڑوں کی روح میں کچھ فرق نہیں۔

اسی طرح موتی، ریشم اور مشک ایسی اشیاء ہیں کہ جو بغیر جان لینے کے حاصل ہو ہی نہیں سکتے اور مشک کا استعمال تو ہندوؤں کی عبادتوں کا ایک جزو ہے۔

سل کا علاج مچھلی کا تیل ثابت ہؤا ہے اسی طرح معدہ کی مختلف بیماریوں کے لئے پیپسین بے نظیر دوائی مانی گئی ہے جو کہ معدہ کے گلینڈز کا رس ہوتا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ ان مفید دواؤں کے استعمال سے آریہ پرہیز کریں گے۔

اسی طرح انسان کی پیدائش میں ہی مختلف کیڑوں کی ہلاکت رکھی گئی ہے انسان کی منی میں بہت سے سپرمیٹوزوا پائے جاتے ہیں اور انہی میں سے ایک کا بچہ بنتا ہے۔ اور وہ رحم مادر میں بیج کا کام دیتا ہے لیکن باقی سب کے سب فنا ہو جاتے ہیں مرجاتے ہیں یا غذا بن جاتے ہیں اب بتایئے اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ سینکڑوں دفعہ انسان اپنی عمر میں جماع کرتا ہوگا۔ اور اس سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ تو ہر دفعہ وہ کئی جانوں کا قاتل بنتا ہے لیکن آریہ اس پر اعتراض نہیں کرتے۔ چونکہ شہوت انسان کے اندر ایک زبردست طاقت رکھی گئی ہے اس لئے اس خون سے بچنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے ہر ایک انسان کو اس میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اور اگر انسان جماع کرنا ہی چھوڑ دیں تو پھر نسل انسانی کا خاتمہ ہے۔ اور اگر ایک جماع میں ایک بچہ بھی پیدا ہو تب بھی بہت سے سپرمیٹوزوا بے فائدہ ہلاک ہو جائیں گے پس نہ صرف یہ کہ انسان و حیوان کو زندگی کے مختلف اوقات میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے مختلف جانوں کا خون کرنا پڑتا ہے بلکہ انسان و حیوان کی نسل ہی تب چل سکتی ہے جبکہ بعض جانوں کا خون کیا جائے اب اگر یہ فعل ظلم ہے تو اس ظلم کا بانی نعوذ باللہ پرمیشور ہے جس کی طرف ظلم کا منسوب کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ ظلم نہیں ہے۔

حیوان تو حیوان بعض پودوں کو بھی اپنی پرورش کے لئے جان لینی پڑتی ہے چنانچہ فلائی ٹریپ ایک پودا ہوتا ہے کہ جس کے پتوں میں ایک خاص حس ہوتی ہے اور جس وقت ان پر کوئی کیڑا آکر بیٹھے تو وہ چھوئی موئی کے پودہ کی طرح اپنے پتوں کو سکیڑ لیتا ہے اور اس کو کھا جاتا ہے۔ اور بغیر اس کے اس کی کامل پرورش ہوتی ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اگر کیڑوں کو نہ کھائیں تو کافی نائیٹروجن ان کے

جسم میں نہیں پہنچتی اور اس کے بغیر ان کی پرورش محال ہے پس انسان تو خیر انسان تھا پرمیشور نے تو جانداروں کو ہلاک کر کے کھانے کا کام تو پودوں کے بھی سپرد کر دیا ہے۔

اب باوجود اس قدر دلائل کے کہ تمام حیوان اور بعض پودے اپنی جان کی حفاظت کے لئے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں یہ الزام لگانا کہ جانداروں کا ذبح کرنا ایک بڑا ظلم ہے خود ظلم ہے۔ جب ہماری زندگی کا دارومدار ہی اس بات پر رکھا گیا ہے تو پھر یہ ظلم کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ ظلم نہیں تو ہم اپنی ضرورت کے پورا کرنے کے لئے بعض جانوروں کو مار سکتے ہیں اور جب مارنا ہی ظلم ثابت نہ ہوا تو گوشت کا کھانا تو پھر کسی صورت میں قابل اعتراض رہا ہی نہیں کیونکہ ذبح کردہ جانور کا گوشت ایک بے جان چیز ہے۔ اس کے کھانے یا پکانے میں کسی قسم کے ظلم یا دکھ کا کچھ تعلق نہیں۔

کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے جس قدر مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں تو انسان مجبوری سے یہ کام کرتا ہے اور گوشت کھانے کے لئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان میں نہ کوئی مجبوری ہے اور نہ اشد ضرورت اس کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں لیکن اب پھر لکھتا ہوں کہ مجبوری بے شک استثناء میں داخل ہوتی ہے لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس ہلاکت کے فعل پر تمام کے تمام انسان قریباً ہر روز کسی نہ کسی طریق پر مجبور ہیں اگر یہ مجبوری اس قسم کی ہوتی کہ کروڑوں میں سے ایک آدمی برسوں میں ایک دفعہ اس فعل پر مجبور ہو جاتا تو ہم کہتے کہ تھا تو یہ ظلم لیکن مجبوری پیش آگئی کیا کیا جائے۔ لیکن یہاں تو بات ہی اور ہے ایک فعل کے کرنے پر ہم سب کے سب قریباً ہر روز مجبور ہوتے ہیں اب اسے ظلم کیونکر کہہ سکتے ہیں اتفاقی بات ہوتی تو خیر یہ بہانہ ہو سکتا تھا لیکن یہ رکاوٹ تو ہر انسان کے راستہ میں درپیش ہے اس لئے اس کو مجبوری کہہ کر ظلم نہیں کہہ سکتے۔

دوسرے جس قدر مثالیں دی گئی ہیں وہ سب کی سب مجبوری سے نہیں ہیں موتی، مشک، ریشم کا حصول اور چمڑے کا استعمال اس میں کوئی مجبوری نہیں لیکن ہزاروں ہیں جو گوشت کے استعمال کو برا کہتے ہیں اور ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں پھر جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں ایک دفعہ کے جماع میں کئی جانوں کا نقصان ہو جاتا ہے وہ کہاں کی مجبوری ہے۔

آریہ گوشت خور ہیں

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک بات اور خاص طور سے قابل غور ہے وہ یہ کہ خود پنڈت دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتا ہے "جو نہایت درجہ کے تموگنی ہیں وہ نہ چلنے والے درخت وغیرہ کا کیڑے مکوڑوں کا مچھلی، سانپ، کچھوے

'مویشی اور مرگ (جنگلی چوپائیہ) کا جنم پاتے ہیں (صفحہ ۳۳۶)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پودا اور درخت بھی وہی روح رکھتے ہیں کہ جو انسان میں ہے پھر جانور کے ذبح کرنے یا درخت کے کاٹنے یا اس کا پھل توڑنے یا کھیتی کو کاٹنے میں کیا فرق رہے گا جیسا دکھ ایک جانور کو ذبح کرنے سے اسے ہوتا ہوگا۔ ایسا بلکہ اس سے بھی زیادہ درخت یا اس کے پھل کے کاٹنے سے ہوتا ہوگا۔ کیونکہ جانور تو ایک منٹ میں ذبح ہو جاتا ہے اور درخت کو کاٹتے ہوئے بہت دیر لگتی ہے۔ پھر پھل کاٹنا یا شاخ کاٹنا تو اور بھی خطرناک ہے اور بالکل ایسا ہے جیسے ہم آدمی کی انگلیاں کاٹ دیں۔ یا ہاتھ پاؤں توڑ دیں پس اس صورت میں آریہ مسلمانوں کی نسبت زیادہ پاپ کماتے ہیں اور گوشت خوروں کی نسبت ان کو زیادہ خوف لگا ہؤا ہے۔ اور جب ان اشیاء میں بھی جان ہے تو انسان اب کھائے کیا اور زندہ کس طرح رہے؟

حرام حلال کی حقیقت

اب اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ جانداروں کے ذبح کرنے کا کل پاپ نعوذ باللہ پر میشور کے اپنے حکم اور جبر سے ہے۔ اور آریہ بھی مسلمانوں یا دیگر اقوام کی طرح اس فعل میں شریک ہیں۔ میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی فعل حرام یا حلال کیوں قرار دیا ہے سو یاد رہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز حرام تبھی کی جاتی ہے کہ جب وہ عقل کے لئے، جسم کے لئے، اخلاق کے لئے یا روحانی قویٰ کے لئے مضر ہو اس کے سوا اللہ تعالیٰ کسی فعل کو منع نہیں کرتا خواہ وہ کھانے کا ہو' پینے کا ہو' معاملات سے ہو' عبادات سے ہو اور منع صرف اسی صورت میں کرتا ہے کہ جب مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط پائی جاوے یا ایک سے زیادہ شرائط پائی جائیں۔ اسی طرح گوشت خوری کے متعلق جن جانوروں کا گوشت مذکورہ شرائط کے ماتحت آتا تھا ان کا مارنا منع کر دیا۔ جیسے سؤر کا گوشت کھانا یا انسان کو مارنا کہ یہ کام اخلاق کیلئے اور روح کے لئے مضر ہیں اور جن جانوروں کا مارنا یا کھانا ان شرائط کے تحت نہ تھا ان کی نسبت منع نہیں فرمایا۔ جس کا جی چاہے کھائے اور فائدہ اٹھائے۔

اس میں کیا شک ہے کہ جسمِ انسانی گوشت پوست ہڈیوں اور اعصاب وغیرہ سے بنا ہؤا ہے اور اس کی اعلیٰ غذا وہی ہوگی جو ان اشیاء کی جن سے انسان مرکب ہے پرورش کرے۔ اور ایسی غذائیں اکثر حیوانات و نباتات میں پائی جاتی ہیں اور انسان کے لئے ضروری ہے کہ چن کر وہ غذائیں استعمال کرے جو اس کے لئے زیادہ مفید ہوں ادنیٰ سے ادنیٰ پودا اور ادنیٰ سے ادنیٰ حیوانات ان غذاؤں کو استعمال کرتے ہیں جو ادنیٰ درجہ کی مرکب ہوتی ہیں۔ اور جوں جوں وہ نباتی یا

حیوانی مادہ میں ترقی کرتے ہیں ان کی غذا زیادہ مرکّب ہوتی جاتی ہے اور وہ ضروری اغذیہ کو ادنیٰ مرکّبات سے نہیں لے سکتے۔ انسان چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان ہے اس کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مرکّبات کا استعمال ضروری ہے۔ اور البیومن کے استعمال کے بغیر انسانی جسم کی خوراک بالکل ناقص رہتی ہے بعض پودوں میں بھی البیومن ضرور پایا جاتا ہے لیکن گوشت میں تو ایک بڑا حصہ البیومن کا ہوتا ہے اس لئے البیومن کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گوشت بہ نسبت دوسرے پودوں کے زیادہ مفید ہے۔ ہاں بعض اغذیہ ایسی بھی ہیں جو نباتات سے زیادہ عمدہ مل سکتی ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو نباتات و حیوانات دونوں کے استعمال سے نہیں روکا اور دونوں کا استعمال ان کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ لیکن جو اشیاء کسی صورت میں مضر تھیں ان سے منع کر دیا ہے۔ چونکہ انسانی جسم کے لئے البیومن کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور یہ بہت جلد خون میں ملتی ہے۔ اس لئے گوشت کا کھانا بھی انسان کے لئے ضروری ہے کیونکہ یہ گوشت میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے اسی طرح بعض ضرورتوں کے لئے نباتات کا استعمال عمدہ و مفید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مفید اشیاء کے استعمال سے انسان کو نہیں روکتا۔

گوشت کا استعمال ایک بہت معمولی بات تھی لیکن آریوں نے خواہ مخواہ اسے بڑھا دیا ہے ایسی اہمیت دی ہے کہ ایک دوست کے پیش کرنے پر ہم کو بھی رسالہ (تشحیذ الاذہان) کے کئی صفحہ صَرف کرنے پڑے لیکن ان صفحات کا کوئی افسوس نہ ہو گا اگر کسی شخص کو فائدہ پہنچ جائے اور وہ سمجھ لے کہ یہ باتیں معمولی ہیں اور مذہب کی سچائی کا ان سے کچھ تعلق نہیں مذہب کچھ اور ہی ہے اور پھر اس اصول کو سمجھ کر مذہب کی طرف توجہ کرے۔

مرزا محمود احمد

(تشحیذ الاذہان جولائی ۱۹۱۱ء)